کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا

قرآن مجید

اور

اقتصادیات کی تعلیم و تاکید

(مؤلفہ)

خان بہادر سید اولاد حیدر فوق بلگرامی
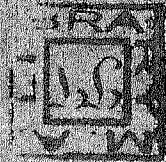
کوائف مقامی

باہتمام مرزا محمد جواد

در نظامی الیکٹرک پریس ۱۹۳۶ء طبع گردید

قرآن مجید

(اور)

اقتصادیات کی تعلیم و تاکید

كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا

(کھاؤ پیو اور فضول خرچ نہ کرو)

دو برس ہوتے ہین کہ مین اس مضمون کو اجمالاً اپنے رسالہ توریث القرآن مین لکھ کر بیان کر چکا ہون جو دہلی سے چھپکر شایع ہو چکا ہے - توریث القرآن کا موضوع خاص صرف اسلامی وراثت کے مسئلہ شرعیہ مین رسم و رواج کی بدعنوانی حکومت کی ناتوجہی اور نوعی مداخلت اور دیگر خرابیون کا اظہار خاص تھا اور اسکے خلاف منقدانہ استدلال لیکن اسکے ساتھ ہی ساتھ اسلامی قانون وراثت پر جو غیر مسلم معترضین کے اعتراضات تھے اُنکا مفصل اور مدلل جواب بھی دیدیا گیا ہے اور اسی ضمن مین ہز ہولی نس گوئی وآرمین *His Holiness Guy Warman.* بشاپ آف مینچسٹر *Bishop of Manchester* کے بیان کردہ اصول

اقتصادیات اور انکے خطبۂ صدارت مین انکے اس علم باطل کا کہ گویا ان اُصول کے وہی موجد ہین
پوری تنقید و تردید کرتے ہوے یہ بتلادیا گیا ہو کہ جناب صاحب سے تیرہ سو برس پہلے
پیغمبر اسلام صلوات اللہ علیہ وآلہ السلام ۔ اقتصادیات کے یہ اُصول جنکی نسبت اختراع و ایجاد
کا دعوی کیا جاتا ہی حکمًا و عملاً تعلیم فرما چکے ہین ۔ مشاہدۂ تاریخی شاہد ہین کہ جبتک
اہل اسلام پیغمبر اسلام کی اس تعلیم پر عمل پیرا رہے ۔ اُنکی قوت مالی اور خوشحالی برابر
قائم رہی اور جب اس سے علیحدہ ہو کر تعیش اور اسراف کی راہ پر آگئے تباہ ہوگئے
سچ کہا ہے ؎ خلاف پیمبر کسے رہ گزید + کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

حال ہی مین مسٹر انیڈریوز Mr. Andrews نے اسلام کے ان اوصاف
کے اوپر ایک مخصوص پر زور مقالہ لکھا ہی جو مسلم ریویو کی اشاعت ماہ دسمبر ۱۹ء مین شایع
ہوا ہی ہم کہتے ہین کہ مسٹر انیڈریوز سے بہت پہلے انکے ہم قوم و ہم مذہب ارباب علم و قلم اسلام
کے ان اوصاف خصوصی کو تسلیم کر چکے ہین اور اُنکی تصدیق و توثیق مین اپنے اعترافات
تفصیل سے قلمبند کر چکے ہین ۔

اب ہم اپنے اس بیان مجمل کو جو توریث القرآن مین لکھ چکے ہین ذیل مین تفصیل سے
عرض کرتے ہین جسے ناظرین عظام اور قارئین کرام ملاحظہ فرمالینگے کہ مسرفانہ تباہ کاری
اور تعیشانہ سیاہ کاری سے بچنے کے لیے قرآن مجید مین خدا پاک نے دنیا کو اقتصادیات کے اصول
پر معتدلانہ طریقۂ حیات اور گذران اختیار کرنیکے لیے کیسے کیسے حکم محکم نازل فرمائے ہین
اور اسکے سچے رسول نے ان ارشاد و ہدایات کی تعمیل مین اپنے طرز عمل سے دنیا
اور اہل دنیا کو کیسی ٹھوس اور مستحکم تعلیم و ہدایت فرمائی ہے ۔

سب سے پہلے یہ ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ علمائے اقتصادیات نے سیاسیات و حکمرانی سے علیحدہ ہو کر صرف معاشرت انسانی کے متعلق جو اصول قائم کیے ہیں انہیں اصل الاصول چار اصول قرار دیے ہیں وہ یہ ہیں (۱) محنت (سعی) Labour (۲) محنت (سعی) مشترکہ Joint Stock of Labour (۳) سرمایہ (اجرت) Wages (۴) سرمایہ مشترکہ Joint Capetal ان سب کا حاصل خوشحالی استغنا اور فارغ البالی بتلایا ہے۔ انہیں اصول سے بہت سے فروعی ضابطے مستخرج اور مستنبط کر لیے گئے ہیں جو ارتقائے معاشرت انسانی کے لیے مختلف شعبہ جات زندگی میں ضروری اور مفید سمجھے گئے ہیں افسوس ہے کہ انکی تفصیل کا نہ موقع اور نہ اس مضمون میں انکی گنجائش ہو سکتی ہے۔ ماہرین علم اقتصادیات اور ماہرین علم معاش و اکتسابیات پورے طور سے واقف ہیں کہ مذکورۂ بالا اصول چارگانہ بھی اقتصادیات و اکتسابیات کے محض ابتدائی اصول ہیں گویا معاشرت انسانی کے یہ سنگ بنیاد ہیں جو انہیں پہ معاشرت انسانی کی عمارت تیار کیجاتی ہے اور رفتہ رفتہ یہی اصول سیاسیات کی اشتمالیت کی حدود ارتقا تک پہنچا دیتے ہیں

موجودہ رسالہ میں جو میرا موضوع خاص ہے وہ یہ ہے کہ اسلامی ادبیات و الہیات یعنی قرآن مجید میں بھی جسے ام الکتاب بتلایا جاتا ہے اور جسکی نسبت یقینی طور پر کہا جاتا ہے لَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ (دنیا کے تمام خشک و تر کا علم) اس کتاب روشن میں ہے) ان اصول اقتصادیات کی تعلیم دی گئی ہے یا نہیں؟

جواباً گزارش ہے کہ تعلیم دی گئی ہے اور نہایت سختی سے اسکے اختیار کرنیکی تاکید و تہدید فرمائی گئی ہے لیکن انکو پیش خدمت کرنے سے پہلے ہمکو یہ ذہن نشین کرا دینا ضروری ہے

کہ قرآن مجید جملہ علوم پر حاوی اور اشارہ کن تو ضرور ہی مگر جملہ علوم اور انکے تمام شعبون کی
تفصیل و تمثیل اسمین نہین ملسکتی اسکے لیے کتب تفاسیر و احادیث و سیر و تواریخ اسلام سے
تفحص و تجسس ضروری ہی جنمین ہر قسم کی امثال و اطلاع موجود ہی یہ ظاہر ہی کہ اگر جملہ علوم کے
مستنبط اور مستخرج بالقرآن ہونیکی بحث آغاز کردیجاے تو ہمکو اپنے موضوع سے کتنی دور
ہٹ آنا پڑیگا بہت ممکن ہی کہ اصل مقصود مفقود ہو جائے اسلیے ہم اپنے موضوع خاص
کی بنا پر صرف معاشرت انسانی کی تعلیم و تفصیل کو قرآن مجید کے احکام تنزیل سے
اصول اقتصادی کے معیار پر کامل اُترا ہوا ثابت کرتے ہین۔

پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام نے دنیا کو جس تمدن و معاشرت کی تعلیم دی تھی
وہ بالکل اقتصادیات و اخلاقیات اور اصول مساوات پر قائم تھی اسمین خود غرضی
بدنفسی۔ حرص۔ بوالہوسی اور بیدردی کا شائبہ تک موجود نہ تھا۔ بلکہ انکے خلاف اسکی
تعلیم مین خود غرضی کی جگہ عام نفع رسانی۔ بدنفسی کی جا نیک نیتی۔ حرص و طمع کے
عوض توکل و قناعت۔ بیدردی کے بدلے ہمدردی کی تاکید۔ و تہدید تھی سرمایہ داری
اور سودخواری اور عام مردم آزاری کی ظاہری اور باطنی مضرتون کو
خوب سمجھا دیا تھا یہودان مدینہ کی سرمایہ داری اور سودخواری نے علاقہ حجاز
سے لیکر یمن و عراق تک جس تباہ کاری اور خونخواری مچا رکھی تھی آپکی زندہ مثالین سب
کے پیش نظر کردی تھین اگر ہم یہودیوں کی دولتمندیون کے بیرحمانہ اور سفاکانہ مظالم
کی داستان مصیبت لکھین تو ہمکو تاریخ عالم کی ورق گردانی ایک طرف اور ہمارے
قائین کرام کو طول بیانی کی پریشانی دوسری طرف بیجا و بیک وقت حاصل ہوگی

اسلام نے جو طریقہ معاشرت تبلائے تھے وہ بالکل سیدھے اور سادے تھے ضرورت کے
مطابق تھے۔ زوائد سے مبرا تھے۔ آسائش سے کام تھا نمائش اور بیجا زیب و آرائش
سے کوئی علاقہ نہیں محاصل و مخارج (آمد و خرچ) میں توازن مساوی قائم رکھنے کی
بڑی تاکید تھی كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (کھاؤ پیو اور فضول خرچ نکرو) کے
پر معنی اور مطلب خیز الفاظ احکام میں تمام اسرار زندگانی اور معاشرت انسانی کو جمع
کر دیا ہے بذر و اسراف کو بدترین طریقہ عمل تبلا کر۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ خدا فضول خرچوں کو نہیں پیار کرتا
وَلَا تُبَذِّرْ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ اور فضول خرچی نہ کرو اسلیے کہ فضول خرچ
كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں

کی تاکید شدید فرمائی۔ مصارف بیجا سے روکا۔ کفایت شعاری اور قناعت پذیری کی
تعلیم دی افلاس و ناداری سے بچایا۔ دولت و ثروت کو محض اپنی نفس پرستی اور تن پروری کا ذریعہ
نہیں بلکہ اقرباپروری مسافر نوازی اور عام فیض رسانی کا مستقل اور کامل وسیلہ قرار دیا۔ اور
احکام توریث جاری فرما کر ایک خوشحال اسلامی خاندان کو بجائے خاص امارت
مشترکہ Common Wealth قرار دیا جسمیں اس گھر کے قریب و بعید صغیر و کبیر
سب اپنے حصص متعینہ شرعیہ کے موافق شریک و سہیم ہیں اور گویا اس اجمالی دولت و سرمایہ مشترکہ
سے برابر مستفید و مستفیض ہوا کریں مگر با ایں ہمہ اس امارت مشترکہ اور حصص متعینہ کے سہارے
ہو کر گھر بیٹھے رہنے اور بیکار بنجانے کی بھی جرات نہیں دلائی بلکہ کسب معاش
اور حصول رزق کی ذاتی اور انفرادی کوشش کرنیکی بڑی سخت تاکید فرمائی۔

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ انسان کا فرض سوائے اسکی کوشش محنت کرنیکے اور کچھ نہیں ہے
فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ اور تمام دنیا میں پھیل جاؤ اور خدا کے فضل پر امید کر کے
اَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ تلاش رزق اور کسب معاش میں مصروف ہو جاؤ
سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ لَیَالِیَ وَاَیَّامًا اٰمِنِیْنَ اور امن پسندی کے ساتھ۔ رات دن تمام روئے زمین کی سیر کرو

ان آیات سے تلاش معاش ہی مراد ہے۔ ان میں اور انکی سوا متعدد آیتوں میں تلاش اور کسب رزق کی تاکید پر تاکید فرمائی گئی ہے۔ توکل و قناعت کے یہ معنی نہیں بتلائے گئے کہ خدا کے رازق کے بھروسہ پر اپنے ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہو یا بدھ متا کی غلط تعلیم کیطرح تمام ملک و قوم کو گداگری اور دربدری کے ایسے شرمناک اور حیا سوز طریقہ گزران بتلا کر ذاتی اور انفرادی فکر و تلاش معاش سے مستغنی کر دیا۔ اسلام کے بتلائے ہوئے کسب معاش میں تجارت فلاحت صنعت حرفت۔ ملازمت محنت اور مزدوری وغیرہ غرض ہر قسم کے کام داخل ہیں۔ یوں سمجھ لیا جاوے کہ عمل ایک ہے طریقہ عمل مختلف ہیں۔ بدھ متا کی بھکشوت ہندو دھرم کی سناسیت یہودیوں کی احباریت اور نصرانیوں کی رہبانیت اور ہر قسم کے ترک دنیا۔ گوشہ نشینی۔ عزلت گزینی اور غلط توکل و قناعت کو سخت ممنوع قرار دیا ہے۔ اسلام کا دین دنیا سے جدا نہیں ہے اسلام نے دنیا کو ہمیشہ دین کے ساتھ وابستہ بتلا کر ملک و قوم کو تلاش معاش کے عملی طریقہ پر لگایا اور بیکاری ناداری اور دست نگری کی تباہ کاری سے بچایا ہے پھر یہ تعلیم و تلقین بھی زبانی ارشاد و ہدایت تک محدود و موقوف نہیں رکھی گئی بلکہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود آبپاشی آبکشی اور ہر قسم کی محنت و مزدوری کر کے عملی طور سے بتلا دیا رسول اللہ کے بعد صحابہ اونٹوں اور

حقیقی جانشینوں اور اکثر اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم کا یہی طریقہ عمل برابر قائم رہا یہ محض ہماری تعلیم و ہدایت کی تبلیغی ضرورت تھا حضرت علی نے بھی اجرت پر باغون مین آبپاشی کی نخلستانون مین مزدوری کی کھجورون کی خوشہ چینی کی اکلو زمین پر خشک کیا خرمے اور رطب علیحدہ فرائے اجرت لی اور اسی سے عیال کا قوت لایموت مہیا کیا یہی طرز عمل او طریقہ کار خانوادہ اہلبیت اطہار مین برابر قائم رہا اگر ہم انفرادی حیثیت سے اس سلسلہ کے ہر بند کو اور کی تفصیلات ذاتی پیش کرین تو ہمارا اصل موضوع مضمون مفقود ہو جائیگا ان مضامین کو ہم اخلاق الائمہ مین بہت جلد کامل تفصیل سے پیش خدمت کرینگے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

یہان تک گویا اس مضمون کی تمہید تھی۔ اب تفصیل حسب ذیل ہے اقتصادیات کے چارون ابتدائی اصول اوپر تفصیل سے بیان کر دیے گئے ہین مزید یاددہانی کے لحاظ سے پھر عرض کر دیے جاتے ہین (۱) محنت یا سعی (۲) محنت یا سعی مشترکہ (۳) سرمایہ یا اجرت (۴) سرمایہ یا اجرت مشترکہ۔ ان اصول مین سعی یا محنت اصول اول ہے قرآن مجید مین اسکی نسبت بطور مسلم حکم محکم موجود ہین جیسا کہ اوپر لکھ کر پھر مزید اطمینان کے لیے لکھدیا جاتا ہے۔

لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ انسان کا فرض سوا سعی (محنت) کے اور کچھ نہین

اس آیت مین سعی کی حقیقت محنت کی اہمیت انسانی زندگانی کے لیے اشد ضرورت کے ساتھ بطور مسلمہ قائم کر دی گئی ہے" اسکے نفاذ کے متعلق تاکیدی حکم ملاحظہ ہو

فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَ دنیا مین تمام پھیل جاؤ اور خدا کے فضل

وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔ پر امید کر کے تلاش رزق میں مصروف ہو جاؤ

سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ لَيَالِيَ امن پسندی کے طریقہ عمل کے ساتھ

وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ دنیا میں رات دن سیر کرو۔

یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ان دونوں آیتوں میں خطاب صیغۂ امر سے آغاز سے ہے جو فرض کا حکم رکھتا ہے ان آیتوں میں نشر اور سیر زمین کا حکم تلاش معاش و حصول رزق ہی سے مخصوص ہے ورنہ سیر سے عام محاورہ روزمرہ کے مطابق محض تفریح طبع مراد لینا کلام الٰہی میں (نعوذ باللہ) لغویت پیدا کرنا ہے کیونکہ کلام پاک کبھی لہو و لعب کی تعلیم نہیں دیتا۔

یہ تو سفر زمین کے ذریعہ سے تلاش رزق کا حکم ہوا۔ اب سفر بحری کے ذریعہ سے کسب معاش کا حکم اس آیت میں ملاحظہ ہو۔

سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ دریا کو تمہارے اختیار میں دیا کہ تم اس میں

الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا حکم خدا سے کشتیاں چلاؤ اور خدا کے فضل سے

مِنْ فَضْلِهٖ ۔ تکیہ کر کے (اس ذریعہ سے) تلاش رزق کرو۔

ان آیات مذکورۂ بالا سے سعی فی الرزق یا محنت کا معاشرت انسانی کی تعمیر و ترقی کیلئے اصول اول مقرر ہونا قرآن مجید کے حکم سے بالکل اسیطرح ظاہر اور ثابت ہو گیا جسطرح کہ زمانہ حاضرہ کے ماہرین اقتصادیات کے اقوال سے۔ اصول اربعہ میں پہلے اصول کی تفصیلی مطابقت ہم دکھلا چکے اب دوسرے اصول یعنی محنت مشترکہ کے متعلق ذیل کی آیت قرآنی ملاحظہ ہو۔

وَلِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا مردون کا حصہ ہے جو انھون نے کمایا اور
وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ عورتون کا حصہ ہے جو انھون نے حاصل کیا

(سورۂ نساء ع ۴) اس آیت سے مرد عورت دونون کو جدا جدا کسب معاش کا حکم اپنے اپنے لیے اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ جو مرد کمائے وہ حصہ اسکا جو عورت حاصل کرے وہ اسکا حصہ ہوگا

اب اگر خواہ مخواہ اعتراض پیدا کرنیکے لیے یہ کہا جاوے کہ اس حکم سے ازدواجی معاشرت کیسے معلوم ہوئی کیونکہ بحث تو ازدواجی معاشرت سے ہے اس سے حکم ہر مرد و عورت کے لیے کسب رزق کا البتہ بالعموم معلوم ہوتا ہے خواہ وہ ازدواجی حیثیت رکھتے ہون یا نہون اول یہ تنقید واہی اور تعریض خواہ مخواہی ہے جو حضرات پیش کرینگے جنکو مصطلحات قرآنی یا کم سے کم عربی ادبیات کی تلمیحات مخصوصہ پر عبور کامل حاصل نہین۔

قرآن مجید مین الرجال والنساء کی خطابت علی الاکثر زن و شوہی سے مخاطبت خاص رکھتی ہے اور عربی کے علماء ادب بھی ان دونون لفظون کے بیک جا مستعمل ہونیکے موقع پر تعلقات ازدواجی ہی مراد لیتے ہین۔ کما لایخفی علی الناظر۔

زن و شو کی اشتراکیت کی حقیقت سورۂ بقر ع ۲۲ کی آیت ذیل سے ملاحظہ ہو
هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔ تمھارا اور تمھاری بیبیون کا تو چولی دامن کا ساتھ ہے۔ (ترجمہ حافظ نذیر احمد صاحب)

اس آیت سے ازدواجی اشتراکیت کا مسئلہ حل ہو گیا اور یہ امر بھی اسکے نتیجہ سے خود بخود مترتب ہو گیا کہ انفرادی طور پر مرد اپنا حصہ کمالایا اور عورت اپنا۔ تو حقوق اشتراکیت کی بنا پر دونون کی اجرت سرمایہ مشترکہ قرار پا گئی جسکو دورحاضر کے علم اقتصادیات کے

ماہرین اپنی اصطلاح میں جوائنٹ اسٹاک آف لیبر Joint Stock of Labour کہتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ جب ان اصول کے مطابق معاشرت انسانی میں طریقہ عمل اختیار کیے جائینگے تو نتیجہ میں یقیناً خوشحالی اور فارغ البالی حاصل ہوگی۔

یہانتک تو احکام آلٰہی کی تشریحات و تفصیلات تھیں جو اصول اقتصادی کے تعلیم و ہدایت پر مشتمل ہیں اب ان احکام آلٰہی کے نفاذ اور انکے عملی طریقہ کار خود حضرت ختمی مرتبت علیہ و آلہ التسلیم و التحیۃ نے کیا اور کیسے اختیار کیے وہ حسب ذیل ہیں

تمام سیرت و تاریخ کا یہ مسلمہ ہے کہ شہنشاہ رسالت کی زندگی نہایت عسرت اور تنگی سے بسر ہوتی تھی۔

کان رسول اللہ یبیت اللیالی رسول اللہ اور رسول کے اہل و عیال متصل کئی کئی راتیں بھوکے رہجاتے المتتابعۃ طاویا ہو واھلہ لایجدون عشاء تھے کیونکہ رات کا کھانا میسر نہ ہوتا تھا (ترمذی شریف باب معیشۃ النبی)

اکثر ایسا ہوتا تھا کہ آنحضرت صلعم صبح کو ازواج مطہرات کے پاس تشریف لاتے تھے اور پوچھتے تھے کہ کچھ کھانے کو ہے عرض کرتیں نہیں۔ تو آپ فرماتے کہ میں نے بھی روزہ کی نیت کر لی۔ سیرۃ النبی ج ۲

علی الاکثر ایسے ہی وقتوں اور حالتوں میں آپ بیت الشرف سے باہر تشریف لیجاتے اور بازاروں میں ہو کر لوگوں سے دریافت فرماتے کہ کسیکو حمال (مزدور) کی ضرورت ہے جسکو ضرورت ہوتی وہ بلا لیتا۔ آپ اجرت پر اسکا کام کر دیتے تھے۔ کاموں کی تفصیل و تمثیل میں کبھی باہر سے آئے ہوئے تاجروں کا مال اتارنا ہوتا اور کبھی چڑھانا جب کام تمام ہو جاتا تو آپ اجرت لیکر گھر واپس آتے کبھی کوئی آپ کو باغ میں آبپاشی پر لگاتا

کرتا آپ اسکے باغ کو سیراب کر دیتے اور مزدوری لیکر گھر آتے کبھی نخلستان کی مرمت خرمون کی فصل مین خوشہ چینی اور خشک و تر خرمون کی تفریق اور صفائی کا کام انجام دے کر مزدوری لیتے اور گھر واپس آتے۔

گھر مین اہل بیت اور ازواج مطہرات اجرت پر سوت۔ اون کاتتے اور ریشم صاف کرنے اور علی الاکثر جو۔ گیہون اور دیگر غلے صاف کرنے اور بنانے کے لیے باہر سے منگا لیا کرتین۔ اور انکو پاک و صاف کر کے انکے مالکون کے پاس بھجوا دیتین اجرت مین کبھی نقد کبھی غلہ منگا لیتین۔ باہر سے یہ کام اکثر گھر کے غلامون سے منگا لیے جاتے تھے یا اصحاب مین حضرت بلال حضرت ابوذر اور حضرت عمار یاسر وغیرہم لا دیتے تھے شام کو رسول اللہ صلعم گھر مین تشریف لا کر اپنی اجرت نقد یا جنس Cash or Kind. سامنے رکھتے تھے۔ اہل بیت اور ازواج طاہرات بھی اسی طرح اپنی اجرت نقد یا جنس حاضر خدمت کرتی تھین۔ تو اس حالت مین یہ سرمایہ مشترکہ للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن کی حقیقی معنون مین سعی یا محنت باہمی کے ذریعہ سے مترتب ہونا اور گھر بھر کے آذوقہ یا وجہ معاش نکلکر گھر سے باہر تک خوشحالی اور فارغ البالی کی فضا قائم کر دینا ثابت ہو گیا اور یہی دور حاضر کی تعلیم اقتصادی کی اصلی غرض و مراد ہے۔

اس مقام پر پہونچکر ہمکو یہ امر بھی صاف کر دینا ضروری ہے کہ مخالفان پردہ اور حامیان بلاے بے نقابی۔ ہماری تحریر بالا سے عورتون کو مردون کے ایسے مزدوری کرتے دیکھکر اس غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کرین کہ اسلام عورتونکو مردون کے

دوش بدوش ہو کر بیباکانہ اور آزادانہ طور پر کام کرنیکی اجازت دیتا ہے اور اس سے بے پردگی اور بے نقابی کا خواہ مخواہ نتیجہ ماخوذ کر لیں۔ ہمارے بیانات تمثیلات میں انکو یہ نہیں سوجھتا کہ رسول کی گھر والیوں نے کام کاج اپنے گھر کے اندر کیا ہے یا باہر نکلکر پردے کے اندر کیا ہے۔ یا پردے سے باہر ہو کر؟

اسوقت بھی تمام مسلم شریف زادیاں گھر اور پردے کے اندر رہکر اپنی صنعت و حرفت کے کام کرتی ہیں اور ان سے اجرت پیدا کرتی ہیں اور علی الاکثر یہی انکی وجہ معاش ہوا کرتی ہے اور اسلام اسکی پوری اجازت دیتا ہے۔ ایک مجنونانہ خیال یہ پیدا کیا جاتا ہے کہ بغیر بے نقابی کے عورتیں ملازمت نہیں کر سکتیں۔ اسلامی احکام پردہ نے گویا انکے حقوق ملازمت ضبط کر رکھے ہیں اور انکو ارتقائے معاشرت کے اس شعبہ سے محروم کر دیا ہے یہ بھی بالکل غلط اور خلاف مشاہدات ہیں مسلم عورتیں برابر ملازمت کرتی ہیں مگر وہی ملازمتیں جو انکی نسوانی خصوصیات فطرت کے موافق ہوں معلمہ ہونے کی تمام خدمتیں وہ بڑے حسن و خوبی کے ساتھ اور بڑی تعداد میں تمام ملک کے مختلف حصوں میں انجام دے رہی ہیں۔ اسی طرح انتظام خانہ داری۔ تربیت اطفال وغیرہ کی ملازمتوں پر بھی شریف خواتین اپنے زیادہ خوشحال گھروں میں مامور کیجاتی ہیں اور اپنی ان خدمتوں کو بڑے سلیقہ اور قرینہ سے انجام دیتی ہیں اسلام اسکی ذرا بھی ممانعت نہیں کرتا یہ امور تو روزمرہ کے مشاہدے ہیں اور تجربے جن سے کسیکو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔

اسلام فطرت کا مذہب ہے کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلٰی فِطْرَۃِ الْاِسْلَام (تمام

انسان فطرت اسلام پر پیدا ہوتے ہین) اسکا تمغائے امتیاز ہے۔ اسلام تمام عملیات کے احکام مین ہر طبقہ کے فطرتی خصوصیات کو ہمیشہ پیش نظر رکھتا ہے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا (خدا کسی کو اسکی برداشت سے زیادہ کسی قسم کی تکلیف دینا نہین چاہتا) اسی اصول مسلمہ اسلام کیطرف اشارہ کن ہے۔ اس بنا پر عورتون کو بھی مردون کیطرح کاروبار کرنیکی اسی مقدار و اندازہ تک اجازت دیگئی ہے جتنی انکی فطرت نسوانی متحمل ہوسکتی تھی۔ انکے امکان فطرت سے باہر کے کامون کا بار نیر کبھی نہین ڈالا گیا۔ یہ بھی ملحوظ خاطر کر لینا چاہیے کہ اسلام نے عورت کے تمام مصارف کا بار جسکو شرع اسلامی کی اصطلاح مین نفقہ کہتے ہیں۔ اسکے مرد پر واجب ٹھہرایا ہے اور مثل اور فرائض کے مسلم پر یہ بھی فرض کیا گیا ہے۔ اس لیے عورتون پر تلاش معاش کا اتنا بار ہی نہین ڈالا گیا ہے جتنا مردون پر۔

اسمین شک نہین کہ اسلام نے دنیا کے تمام مذاہب سے پہلے مردون کے مقابلہ مین عورتون کے حقوق قائم کیے۔ انکی پوری حفاظت کی اور انکو ارتقاے معاشرت کے اعلی مدارج تک پہونچایا اور یہ بھی ایک حد تک صحیح ہے کہ بعض حقوق و مطالبات وہی تھے جنکے لیے انکی فطرت نسوانی مجوزہ تھی۔

مغربی تہذیب نے اپنی آزادی کی رو مین طبقہ نسوانی کی نزاکت فطرت پر ذرا بھی غور نہین کیا اور عورتون کو مردون کی آغوش سے چھین کر تمام امور مین دوش بدوش بنا دیا لیکن یہ کوئی معمولی غلطی نہین تھی۔ قانون فطرت کی صریح مخالفت تھی اور بہت بڑی غلطی تھی اسلیے تھوڑی ہی مدت کے بعد انھین مدعیان مساوات (طبقہ نسوان) کیطرف سے اپنی

فطرتی کمزوری اور نزاکت کا اعتراف کیا گیا جیسا کہ سنہ ۳۶ کی گذشتہ انگریزی پارلیمنٹ
مین عورتون کو سزاے موت سے بری کر دیے جانیکے لیے جو ایل داخل کیگئی ہی اس سے
ثابت ہوتا ہی کہ وہ صرف اس اظہار و اعتراف کے ساتھ پیش کیگئی ہی کہ عورتین مردون
کے مقابلہ مین فطرتاً کمزور اور نازک ہین ؎

سب بہ طبع انقلاب دہر کی آورد ہے عورتین پھر عورتین ہین مرد پھر بھی مرد ہے

یہان تک تو گویا ایک جملہ معترضہ تھا جو ضرورتاً میرے سلسلہ بیان مین حائل ہو گیا
تھا اسکو تمام کر کے پھر ہم اپنے قدیم سلسلہ بیان پر آجاتے ہین ہماری تمثیلات مذکورہ سے
جب ثابت ہو گیا کہ اقتصادی تعلیم قرآن مجید نے صرف حکم ہی کی صورت مین نہین نازل
فرمائی بلکہ اسکے نفاذ و اجرا کا بھی ایسی اہمیت کے ساتھ حکم فرمایا اور خدا کے رسول
برحق نے بھی جب خود اپنے اور اپنے گھر والون کے عملیات سے اسکی تمثیلات پیش کر دین اور
ساری دنیا کو بتلا دیا۔ دکھلا دیا اور سمجھا دیا کہ اسطرح کے اقتصادی طریقہ کار سے معاشرہ
انسانی بہت جلد درست ہو سکتی ہی اور گھر کی خوشحالی اور فارغ البالی قائم رہ سکتی ہے
تب میری سمجھ مین نہین آتا کہ یورپ اور امریکا کے ماہرین اقتصادیات کیون اس
علم کی اختراع و ایجاد کا خاص دعوے فرماتے ہین اور اپنے موجد و موسس ہونے کا
کوس لمن الملکی بجاتے ہین اور اتنا نہین سمجھتے کہ یہ علم اسکے اصول اسکے طریقہ کار
ان لوگون سے ڈیڑھ ہزار سال پہلے اسلام۔ اسلام کے احکام اور اسلام کے
پیغمبر علیہ و آلہ السلام بتلا چکے سمجھا چکے اور اپنے طریقہ کار سے دکھلا چکے ہین
؎ بسوخت عقل ز حیرت کہ این چہ بوالعجبی ست

سیرۃ رسول کے ہر شعبہ سے اقتصادی عملیات کی تعلیم

یہ بھی ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ احکام اقتصادیات کی تعلیم و تعمیل ضروریات زندگی کے تمام مصارف پر مشتمل ہے یہ نہیں کہ وہ کسی خاص شعبہ زندگی تک محدود و موقوف ہو۔ انہیں ماکولات (کھانے کی چیزیں) مشروبات (پینے کی چیزیں) ملبوسات (پہننے کی چیزیں) یہاں تک کہ آرام و آسائش کے علاوہ زینت و آرائش کے لوازمات تک سب بلا قید و استثنا داخل ہیں اب ہم یہ دکھلانا چاہتے ہیں کہ اسلام نے اصول اقتصادی کی بنا پر اپنی جملہ ضروریات زندگی میں ان اصول کو ہمیشہ مد نظر رکھا اور برابر اسی پر عمل پیرا رہا۔

ہم اپنے عنوان بیان میں اوپر لکھکر بتلا آئے ہیں کہ ہمارا معلم اول خدا ہے۔ جملہ علوم و امور کی تعلیم اسی کی طرف سے ہوتی ہے۔ خدا کے بعد خدا کا سچا رسول خدا نے ہمکو تمام علوم و امور کی تعلیم اور انکے اصول کی تعمیل اپنے رسول پاک کے ذریعے سے پہنچائی اسی نے ہمکو یہ علوم بتلائے اور اپنے طریقہ کار سے دکھلائے اور سمجھائے اب ہم ذیل کے واقعات میں یہ دکھلاتے ہیں کہ ہمارے رسول برحق نے اقتصادیات کی تعلیم و تعمیل کو اپنے کسی خاص شعبہ زندگی تک منحصر و موقوف نہیں رکھا بلکہ جملہ ضروریات حیات میں اسکو واجب التعمیل کر دیا۔ حسب ذیل واقعات ملاحظہ ہوں۔

ماکولات صحیح ترمذی باب الزہد میں جناب سرور کائنات علیہ و آلہ الصلوٰۃ کا یہ قول مندرج ہے کہ فرزند آدم کو ان چند چیزوں کے سوا اور کسی چیز کا حق (فراہمی) نہیں ہے (۱) رہنے کے لیے ایک گھر (۲) ستر پوشی کے لیے ایک کپڑا

(۳) اور شکم سیری کے لیے روکھی سوکھی روٹی اور پانی۔ باقی بس۔

صحیح بخاری کتاب الاطعمہ مین ہے کہ آپنے تمام عمر چپاتی کی صورت نہین دیکھی

ایک دفعہ حضرت ام ہانی (حضرت علیؓ کی بہن) کے گھر تشریف لے گئے۔ اور کہا کچھ کھانے کو ہے۔ بولین کہ خالی سرکہ ہے فرمایا جس گھر مین سرکہ ہو اسکو نادار نہین کہہ سکتے پھر سوکھی روٹی سرکہ مین ڈبو کر نوش فرمائی۔

عرب مین ایک کھانا ہوتا ہے جسے حیس کہتے ہین یہ گھی پنیر اور کھجور ڈال کر پکایا جاتا ہے۔ آپ کو یہ بہت مرغوب تھا۔

ایک دفعہ حضرت امام حسن علیہ السلام اور عبداللہ ابن عباس سلمیٰ کے پاس آئے اور کہا کہ آج وہ کھانا پکا کر ہمکو کھلاؤ جو آنحضرت صلعم کو سب سے زیادہ مرغوب تھا بولین وہ کیا تمکو پسند آئے گا؟ لوگون نے اصرار کیا تو انھون نے جو کا آٹا پیسکر ہانڈی مین چڑھا دیا اوپر سے روغن زیتون۔ زیرہ۔ کالی مرچین ڈالدین۔ پک گیا تو لوگون کے سامنے رکھا اور کہا یہ آپ کی بہترین غذا تھی۔

حضرت صفیہ کے نکاح مین جب آپنے ولیمہ کا کھانا کھلایا تو صرف کھجور اور ستو تھے

مشروبات ٹھنڈا پانی بہت مرغوب تھا۔ دودھ کبھی خالص کبھی پانی ملا کر نوش فرماتے تھے۔ پانی مین کشمش۔ کھجور اور انگور بھگو دیتے تھے۔ بھیگ جانیکے بعد صرف اسکا پانی نوش فرما لیتے تھے۔ ظرف مین صرف ایک لکڑی کا پیالہ تھا جو لوہے کے تارون سے بندھا ہوا تھا۔ روایت مین اسقدر ہے قرینہ بتلاتا ہے کہ ٹوٹ گیا ہوگا اسلیے تارون سے باندھ دیا تھا

ملبوسات سلطان رسالت سلام اللہ علیہ وآلہ کے لباس کے متعلق کوئی التزام نہ تھا۔ عام لباس۔ چادر، قمیص اور تہمد تھی۔ پاجامہ استعمال نہیں فرمایا لیکن نجاشی کے بھیجے ہوئے سیاہ موزے استعمال فرمائے تھے عمامہ اکثر سیاہ ہوتا تھا اونچی ٹوپی کبھی نہیں پہنی عمامہ کے نیچے سر سے لپٹی ہوئی ٹوپی پہنتے تھے جب انتقال ہوا تو حضرت عائشہ نے کمل جسمیں پیوند لگے ہوئے تھے اور گاڑھے کی تہمد نکالکر دکھلائی کہ انھیں کپڑوں میں آپ نے وفات پائی۔

حضرت علی نے ایکبار کرتہ سلوایا آستینیں بڑی ہوگئیں آپنے انکا زائد حصہ پھاڑ دیا خیاط سامنے کھڑا تھا بولا کہ سلے ہوئے تیار کپڑے کو پھاڑنا مناسب نہیں فرمایا ضرورت سے زائد رکھنا کب جائز ہے۔ زائد کپڑا لیجاؤ۔ اسکی ٹوپیاں سی کر لے آؤ۔ جب ٹوپیاں سلکر آئیں تو غربا میں تقسیم فرمادی گئیں۔

نعلین مبارک اس طرز کی تھی جسکو اس ملک میں چپل کہتے ہیں یعنی صرف ایک تلا ہوتا تھا جسمیں تسمے لگے ہوتے تھے۔

بستر رسول چمڑے کا ایک گدا تھا جسمیں روئی کے بجائے کھجور کے پتے بھرے تھے۔ چارپائی بان کی بنی ہوئی تھی جس سے اکثر جسم مبارک پر بدھیاں پڑجاتی تھیں

حضرت عمر واقعہ ایلا کے متعلق استفسار کی غرض سے حاضر خدمت ہوئے تو بیان فرماتے ہیں کہ جب اذن لیکر اندر گیا تو دیکھا آپ کھری چارپائی پر لیٹے ہیں اور جسم مبارک پر بانوں کے نشان پڑ گئے ہیں ادھر ادھر نظر اٹھا کر دیکھا تو ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہوئے تھے ایک کونے میں کھونٹی پر کسی جانور کی کھال لٹکی ہوئی تھی میری آنکھوں سے آنسو

جاری ہو گئے آنحضرت صلعم نے سبب پوچھا تو میں نے عرض کی کہ اس سے بڑھکر رونے کا کون موقع ہوگا قیصر و کسریٰ تو باغ و بہار کے مزے لوٹیں اور آپ پیغمبر خدا ہو کر اس عسرت و تنگی سے بسر کریں۔ ارشاد فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں کہ قیصر و کسریٰ دنیا لیں اور ہم آخرت۔ سیرۃ النبی جلد دوم ص ۴۰۳

زینت و آرائش سے نفرت کاشانہ رسالت کا ساز و سامان (فرنیچر) کیا ؟ ایک بڑے کا بستر چمڑے کا تکیہ جسمیں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی ادھر ادھر چند کھالیں لٹکی ہوئی تھیں۔ آستانہ رسالت گو انوار الٰہی کا مظہر تھا تاہم اس میں رات کو چراغ تک نہ ہوتا تھا۔ گھر کی دنیاوی اور ظاہری آرائش پسند خاطر نہیں تھی۔

ایک بار حضرت عائشہ نے دیواروں پر دھاریدار رنگین کپڑے منڈھے تو آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ ہمکو اینٹ اور پتھر کو کپڑے پہنانے کے لیے مال نہیں دیا گیا ہے۔ ابو داؤد جلد ۲ صفحہ ۱۱۹

ان تمام حالات و واقعات کو پڑھکر معمولی سے معمولی عقل رکھنے والا آدمی بھی فوراً کہدیگا کہ پیغمبر اسلام نے اپنی تمام ضروریات زندگی میں مذکورہ بالا اصول اقتصادیات کو ہمیشہ پیش نظر رکھ کر انتہا درجہ کی سیدھی سادی آسان اور کم خرچ گذران اوقات کے طریقے اختیار کیے ہیں اور اپنے عملی نمونے دکھلا کر تمام قوم و ملت کو کیا ساری دنیا کو انھیں اصول اقتصادی کے مطابق گذران اوقات کی تعلیم و ہدایت فرمائی ہے ان تمام واقعات و مشاہدات کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ دعویٰ بیجا اور زعم باطل کرنا

کہ اسلام نے اقتصادیات کی تعلیم نہیں دی یا اسلام نے اقتصادیات کی تعلیم دوسروں سے حاصل کی بدیہیات سے انکار کرنا ہے ؎

"ہم معتقدِ دعوئے باطل نہیں ہوتے"

ہاتھ پھیلانے اور سوال کرنیکی سخت ممانعت

ہمکو اپنے موجودہ سلسلہ بیان میں یہ بھی لکھکر بتلا دینا ضروری ہے کہ جس طرح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ الکرام نے بیکاری اور بے شغلی سے بچنے کی تمام دنیا کو ممانعت کی ہے اسیطرح دست نگری۔ دریوزہ گری اور دوسروں سے مانگ کر شکم پروری کو بھی سخت ممنوع فرمایا ہے۔ ذیل کے واقعات سیرت و تاریخ سے اسکا پورا ثبوت ملتا ہے جناب سرور کائنات علیہ وآلہ الصلوت کا یہ مقولہ مسلمات سے ہے کہ اگر کوئی شخص لکڑی کا گٹھا پیٹھ پر لاد لائے اور بیچکر اپنی آبرو بچائے تو اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے۔

ایک دفعہ ایک انصاری آئے اور آپ سے سوال کیا۔ آپ نے ارشاد کیا تمہارے پاس کچھ نہیں ہے بولے کہ بس ایک بچھونا ہے جسکا کچھ حصہ اوڑھ لیتا ہوں اور کچھ بچھا لیتا ہوں اور ایک پانی پینے کا پیالہ ہے اور بس۔ آپ نے دونوں چیزیں منگوائیں پھر فرمایا یہ کون خریدتا ہے۔ ایک شخص نے ایک درم لگایا۔ آپ نے فرمایا اس سے بڑھکر بھی کوئی دام لگاتا ہے ایک صاحب نے ایک کے دو درم کردیے۔ آپ نے دونوں چیزیں دیدیں اور ان سے درہم لیکر انصاری کو دیے کہا ایک درم کا کھانا لیکر گھر میں دیدیں اور ایک درہم کی بازار میں رسی خریدیں اور جنگل میں جاکر لکڑیاں باندھ کر لائیں اور

بازار میں جا کر بیچ لیں۔ پندرہ دن کے بعد وہ خدمت اقدس میں آئے تو دس د
انکے پاس جمع ہو گئے تھے اس سے کچھ کپڑا خریدا کچھ غلہ مول لیا آنحضرت صلعم
فرمایا یہ اچھا ہے یا یہ کہ قیامت میں چہرے پر گدائی کا داغ لگا کر جانا۔

ایک دفعہ چند انصاری آئے اور سوال کیا۔ آپ نے عنایت فرمایا پھر
جب تک کچھ رہا آپ آنکی درخواست رد نہیں فرمائی جب کچھ نہیں رہا تو آپ
فرمایا کہ میرے پاس جب تک رہیگا میں تم سے بچا کر نہیں رکھونگا لیکن جو شخص
اللہ سے یہ دعا مانگے کہ وہ اسکو سوال اور گداگری سے بچائے تو وہ اسکو بچا دیتا ہے
اور جو خدا سے غنا کا طالب ہوتا ہے وہ اسکو استغنا مرحمت فرماتا ہے اور جو صبر
کرتا ہے اللہ اسکو صابر بنا دیتا ہے۔ اور صبر سے بہتر اور وسیع تر دولت
کسی کو نہیں دی گئی۔

حکیم بن حزام فتح مکہ میں اسلام لائے تھے انھوں نے ایکدفعہ آپ سے کچھ مانگا آپنے
عنایت فرمایا۔ کچھ دن بعد پھر مانگا۔ آپنے پھر دیدیا تیسری بار پھر سوال کیا تو پھر
آپنے کچھ عنایت کر دیا۔ اسکے بعد فرمایا اے حکیم یہ دولت سبز و شیرین ہے جو استغنا
کے ساتھ اسے قبول کرتا ہے اسے برکت ملتی ہے اور جو حرص و طمع کے ساتھ اسے
حاصل کرتا ہے وہ اس سے محروم رہتا ہے اور اسکی مثال اس شخص کی ہوتی ہے جو کھاتا
چلا جاتا ہے اور سیر نہیں ہوتا۔ دست بالا دست زیریں سے کہیں بہتر ہوتا ہے
حکیم پر آنحضرت صلعم کی نصیحت کا یہ اثر ہوا کہ جبتک زندہ رہے کبھی کسی شخص سے
کوئی معمولی چیز بھی نہیں مانگی۔

حجۃ الوداع مین مال صدقات تقسیم فرما رہے تھے کہ دو صاحب آکر شامل ہو گئے
...ے آنکی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ تنومند اور ہاتھ پیر کے درست معلوم
...ئے آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو مین اسمین سے دیسکتا ہون لیکن غنی۔ تندرست اور
...م کرنے کے لائق آدمی کا اسمین کوئی حصہ نہین ہے۔

قبیصہ نام ایک صاحب تھے۔ وہ مقروض ہو گئے تھے۔ آپکے پاس آئے تو اپنی
...جت عرض کی آپ نے وعدہ کیا اسکے بعد ارشاد فرمایا اے قبیصہ سوال
اور لوگون کے سامنے ہاتھ پھیلانا صرف تین شخصون کو روا ہے (۱) ایک
شخص کو جو قرض سے زیر بار ہو۔ وہ مانگ سکتا ہے (۲) اس شخص کو جسپر
ایسی مصیبت ناگہانی آگئی ہو جس نے اسکے تمام مالی سرمایہ کو برباد کر دیا ہو
...کو اسوقت تک مانگنا جائز ہے جبتک اسکی حالت درست نہو جاوے
(۳) تیسرے وہ شخص جو مبتلائے فاقہ ہو اور محلہ کے تین معتبر آدمی گواہی
...ن کہ ہان اسکو فاقہ ہے" انکے علاوہ جو مانگ کر کھانا حاصل کرتا ہے
وہ حرام کھاتا ہے سیرۃ النبی ج ۲ ص ۵۳ - ۲۵۲۔

ان واقعات کو پڑھ کر اور سمجھ کر ہر شخص بآسانی کہدے گا کہ پیغمبر اسلام
...ہ آلہ السلام نے اقتصادی تعلیم دینے اور اپنی عملی مثالین دکھلانیکے بعد
...والون کو یہ بھی دکھلا دیا اور سمجھا دیا ہے کہ اصول اقتصادی نہ اختیار
...نے کی وجہ سے نا داری اور بیکاری کی مصیبتین آتی ہین اور آخر مین یہی
...کے آگے ہاتھ پھیلوا دیتی ہین اور بھیک منگا چھوڑتی ہین اور یہ انسان کیلیے

بدترین طریقہ عمل ہے حضرت امام حسین علیہ السلام کا یہ قول الموت خیر من رکب العار (موت ذلت وعار سے کہیں بہتر ہی) اسی کیطرف اشارہ کن ہی اسی لیے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاصکر اس ذلت وخواری سے باز رہنے کے لیے سخت تاکید وتہدید فرمائی ہے۔

کیا سیرۃ رسول کے تمام واقعات ہماری موجودہ معاشرت کے لیے قابل تقلید ہیں۔

اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ سیرت رسول اللہ صلعم سے یہ ماخوذ ومستنبط طریقہ معاشرت جو اوپر لکھ کر دکھلائے گئے ہیں۔عام اس سے کہ دنیات کے اصول پر ہوں کہ اقتصادیات کے دور حاضر کے موجودہ معاشرت کے مطابق اور اسکے موجودہ ماحول وفضا میں ممکن العمل ہیں۔یا۔نہیں؟

یہ کوئی نیا سوال نہیں ہے۔بلکہ عرصہ دراز سے نئی روشنی کے اُن نئے حضرات کیطرف سے جو علی الاکثر اسلام کے ساتھ خیال ہمدردی نہیں رکھتے۔ان تفاصیل کے ساتھ وارد کیے جاتے ہیں کہ یہ مسلم ہے کہ جناب سرور کائنات صلعم کی ذات بابرکات اعلیٰ اور افضل فرد ہستی ثابت ہوتی ہے لیکن اسکے ساتھ یہ ضروری نہیں ہی کہ معاشرت وتہذیب میں آپ کے تمام طریقہ زندگی کی تقلید لازمی سمجھ کر اختیار کیجائے۔اس طریقہ کار سے تو انسان کے مختار مخلوق کیے جانے کے اصول مسلمہ پر کاری ضرب پڑتی ہی۔انمیں بعض حضرات تو اس سے بھی متجاوز ہو کر یہ فرمانے لگتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) سیرت رسول کی اسی کورانہ تقلید نے تو اسلام کو موجودہ انا

کے عروج و ارتقا کے منازل و مراحل سے دوچار کیا ہے اور نشیب مذلت وادبار میں گرا رکھا ہے اور یہی طریقہ کار رفتہ رفتہ انسانی آزادی اور خود مختاری کا مخرب اور قومی و ملکی عروج و ترقی کا مانع ثابت ہوتا ہے۔

ہم ان اعتراضات کے جواب میں اپنی طرف سے کچھ نہ لکھیں گے بلکہ ایک مغربی فاضل جو کچھ عرصے سے وارد ہوتے ہیں۔ اپنی گہری تحقیقات کے بعد مشرف با اسلام ہوا ہے مسٹر لیاپولڈ ویسی Leopold Wiesse کی تحریر کے اقتباسات سے کام لینگے جو انھوں نے انھیں اعتراضات کی تنقید و تردید میں لکھکر مسلم ریویو کی گذشتہ اشاعت میں شائع فرمائی ہے۔

ہر فرد مسلم بڑا افتخار اقرار کرنے پر تیار ہے کہ اسلام مذہب اسرار نہیں ہے بلکہ بخلاف اسکے اسکے تمام احکام۔ اسکے تمام اصول اور اسکے تمام آئین و قوانین تنقید و تنقیح عام کے لیے ہر شخص کے پیش نظر ہیں۔ اسی کے ساتھ ہمکو اسکا بھی اعتراف ہے کہ اصول اسلام ایسے مستحکم اور مستقل ہیں کہ ان میں کمی یا بیشی کا کسی کو بھی اختیار نہیں اسلام میں عیسائیت کیطرح کوئی مجلس منتظمہ نہیں ہے جو احکام شریعہ میں وقتاً فوقتاً ترمیم و تنسیخ کی مجاز ہو۔ اسلام میں وہ تمام احکام ضروری و واجب التعمیل ہیں جو حکم خدا و رسول سے مستنبط ہیں۔ انکے سوا اور کسی کے علم کا اعتبار نہیں ہے۔ اسلام کے متعلق یہ غلط فہمی عالمگیر ہو رہی ہے کہ اسلام ایک عقلی مذہب ہونے کی وجہ سے ہر شخص کی انفرادی طبع سنجی کی جولانگاہ ہے۔ یہ ان تیز طبع حضرات کی روشن طبعی کی شعلہ فشانیاں ہیں جو عقل Reason اور عقلیات Rationalism

کے فلسفانہ طلسم مین مبتلا ہو کر عقل کھو بیٹھتے ہین اور حقیقت کے ادراک سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہین۔ ان حضرات سے عقل و عقلیات کی تفرق و تمیز کے متعلق بحث و تحمیص کرنا ہمکو منظور نہین ہر مگر مجملاً اتنا بتلا دینا ضروری ہے کہ اصول اسلام کی تحقیق کے متعلق عقل انسانی صرف اسی حد تک مجاز ہے کہ وہ احکام اسلامی کے نصاب کو جو اقوام انسانی پر قائم کیے گئے ہین انکی برداشت و تحمل کے قابل ہونے دیکھلے اور سمجھ لے (اور اسی کیطرف اشارہ ہے) اَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ اَمْ عَلٰى قُلُوبٍ اَقْفَالُهَا (یہ لوگ قرآن کے معنے سمجھنے مین کیون کوشش نہین کرتے کیا انکے دلون پر قفل لگے ہین۔ مولف عفی عنہ)

یہ ضروری نہین ہے کہ احکام اسلامی کے سمجھنے مین فلسفہ کے طلسمی تماشے دکھلائے جاین جہانتک اسلامی احکام و نصاب کا تعلق ہے انکی نسبت ہزارہا سال پیشتر عقول انسانی انکی معقولیت کا فیصلہ کر چکی ہے۔ تاہم تمام نوع انسانی کے لیے یہ مجبوری نہین ہے کہ وہ خواہ مخواہ مذہب اسلام ہی کو قبول کرے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ اختیار دین مین کسی پر دباؤ نہین ہے اسی کیطرف اشارت خاص رکھتا ہے۔ مولف عفی عنہ) یہ اُسکے ضمیر اور ارادت قلبی پر موقوف ہر اور آخر مین ہمارے نزدیک یہ قلبی ارادت بھی ایک خاص روحانی جذب و تاثیر کے ماتحت ہوتی ہے جبکہ خود قرآن مجید نے بھی بتلا دیا ہے (يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اور قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مین اسی کی طرف اشارت کی گئی ہے۔ مولف عفی عنہ)

ان تمام بحث و کلام کو دیکھکر ایک عقل سلیم اور دماغ صحیح رکھنے والا شخص تعصب و نفسانیت سے علیحدہ ہوکر یقینی اور قطعی طور پر کہدے گا کہ اسلام کے اندر کوئی چیز مخالف عقل نہین ہے۔ علوم عقل کے مسلمات مین ہے کہ عقل انسانی اشیاء کے تمام علل و اسباب کو سمجھ کر ایسے رزنی کرتی ہے چنانچہ مسئلہ بقا و فنا عقلا کے نزدیک ابھی تک ناطے شدہ ہے وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ہم نے انکو اسکا علم بہت تھوڑا دیا ہے۔ اسپر دال ہے۔ مولف عفی عنہ)

مسائل دینیات کی حقیقت سمجھنے کے لیے۔ جسکے اصول ابتدائی ظاہری طور پر خلاف عقل ہونے کا شبہہ لاتے ہین۔ خاص طور پر ایک ایسے معلم اور ایسے رہبر کی لازمی ضرورت ہے جسکی قوت عقل و ادراک۔ عام آدمیون کے قوائے عقل و ادراک سے کہین زیادہ ہو اور اسکا ذہن اسکی ذکاوت بھی ہماری فہم و فراست سے بدرجہا بالاتر ہو۔ اور وہ بالنفس لنفیس ایسا شخص ہو جسکی ذات مین انوار علوم کے علاوہ انوار روحانیت بھی نمایان ہون اور یہی ذات یہی ہستی اور یہی نفس پیغمبر ہے اور یہی اسکی خاص شخصیت ہے۔

ان اصول معرفت کے مطابق جب ہم نے حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا کا رسول برحق تسلیم کرلیا تب ہمارا اخلاقی فرض ہی نہین ہے بلکہ ہماری عقل اور ہمارا ضمیر بھی یہی جتلاتا ہے کہ بیچون وچرا ہم پر اسکی تقلید عل واجب ہے۔ یہ تقلید کورانہ نہین کہی جاسکتی اسلیے کہ ہم نے اس تقلید

ہین حکم خدا اور رسول کو عقل سے سمجھ لیا ہے اور آیندہ بھی برابر سمجھنے کی کوشش کرتے رہینگے۔ مگر باینہمہ ان امور کے سمجھنے مین ہمکو اپنی عقل منیرہ اور فہم سلیم کی صداقت پر اطمینان کر لینا ضروری ہوگا ایسا نہو کہ ہم جسکو عقل سلیم سمجھتے ہون وہ فہم ناقص اور عقل ضعیف ثابت ہو رہی کے ساتھ ساتھہ پھر ہمکو ان احکام رسول کے طریقون پر نظر بھی رکھنی ہوگی جن طریقون سے وہ ہم تک پہونچائے گئے ہین لیکن اتنی تحقیق کے بعد بھی ہمکو حکم رسول کی اطاعت واجب ہوگی۔ عام اس سے کہ ہم اسکے اصلی سبب و حقیقی وجہ کو معلوم کر سکین یا نہین فطرت انسانی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اطاعت و متابعت کے موقع پر اپنے ہادی و رہبر کی رہبری اور رہنمائی کی تمام ہدایتون کو بلا عذر تسلیم کرے اس اصول فطرت کی بنا پر ہم مسلمانون کا اعتماد کامل اور اعتقاد راسخ ہے کہ پیغمبر اسلام علیہ و آلہ السلام جملہ ہادیان و رہبران عالم مین فرد اکمل و افضل تھے اور ہمکو ہماری فطرت بتلاتی ہے کہ آپ نظام دنیات کو انسانی (مادی) اور روحانی دونون طریقون مین سب سے بہتر جاننے والے اور ہمکو بہتر سے بہتر بتلانے والے تھے۔

بعض امور کی اجازت دینے اور بعض کی ممانعت فرمانے مین آپکے پیش نظر بعض ایسی مصلحتین ہین جو انسان کی دنیاوی اور روحانی رفاہ و فلاح کیلیے لازمی ہین بعض اوقات (حکم خدا و رسول کی) یہ مصلحتین بالکل ظاہر ہوتی ہین۔ اور بعض اوقات مادی اور غیر مادی آنکھون والون کے آگے کم و بیش پوشیدہ اور مخفی ہوتی ہین بعض اوقات ہم احکام رسول کے حقیقی سبب کو نہایت آسانی سے

سمجھ جاتے ہین اور بعض اوقات محض سطحی اور اسکے فوری سبب تک ہم صرف
پہونچکر رہجاتے ہین۔

بہر حال کوئی حالت ہو احکام رسول کی پیروی اور تاسّی ہمارے لیے
واجب ہے اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ کی نص صریح موجود ہے۔ مولف عفی عنہ
بشرطیکہ وہ احکام یا احادیث رسول کی اسناد صحیح اور معقول ہون ہمین بھی کوئی
کلام نہین کہ بعض احکام نہایت ضروری اور واجب التعمیل ہین اور بعض بلحاظ عظمت
واہمیت کم درجہ ہین (جیسا کہ مصطلحات شرعیہ مین فرائض مستحبات
سنت مؤکدہ اور سنت وغیرہ مشہور ومعروف ہین۔ مولف عفی عنہ) لیکن
باینہمہ ہم انمین سے کسیکو فضول یا غیر ضروری کہنے کی جرات نہین کر سکتے کیونکہ
جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت قرآن مین صریح طور سے لکھا ہوا ہے
کہ وہ اپنی خواہش سے کوئی چیز نہین کہتے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى مولف عفی عنہ
اسکے یہ معنی ہوے کہ آپ کوئی امر نہین فرماتے جبتک کہ اسکا مفید اور ضروری ہونا
نہین آلیتا کیونکہ خدا کی طرف سے آپ پر الہام ہوتا ہے اور وحی آتی ہے اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى
انھین وجوہ مذکورۂ بالا کی بنا پر اگر ہمنے اسلام کو سچے اور حقیقی معنون مین سمجھا ہے تو
ہمکو سنت رسول کی پیروی اور تقلید اسکے سچے اور صحیح معنون مین واجب و لازم ہے

اس فاضل مغربی کے اقتباسات تحریری کے نقل کر دینے سے میرا مضمون طویل
تو ضرور ہو گیا مگر فضول اس وجہ سے نہین کہا جا سکتا کہ اسکی نقل سے دو فائدے بیکجا
و بیک وقت حاصل ہوتے ہین اول تو یہ کہ اسلام مین احکام خدا و رسول کی عظمت

واہمیت کا اچھا معلوم ہو جاتی ہے دوسرے یہ کہ ان احکام کی مقبولیت انکے اختیار کرنے کی صلاحیت وحیثیت بھی پوری طور سے سمجھ لیجاتی ہے۔ ان امور کو ذہن نشین کر لینے کے بعد یہ سمجھ لینا چاہیے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اقتصادی تعلیم دینے کے لیے اپنی معاشرت کی اکثر مثالیں ہیں نمونے دکھلائے ہیں۔ وہ چودہ سو برسوں کی مدت مدید کے بعد دور حاضر کے موجودہ تمدن معاشرت کے ماحول میں بھی ناممکن العمل سمجھے جاتے ہیں۔ ان سے ہم کو کیا نتیجہ نکالنا چاہیے؟ اور ان سے سبق آموزی حاصل کر کے کس حد تک فائدہ اٹھانا چاہیے؟

ان عملیات سے جناب سرور کائنات صلعم کا مدعائے خاص تو تمام دنیا کو اقتصادی تعلیم دینا۔ لوگوں کو بیکاری۔ ناداری۔ دربدری اور گداگری کی آفتوں سے بچانا اور استغنا و فارغ البالی کی شاہراہ پر لگانا تھا۔ دوسرا منشائے مبارک یہ تھا کہ طرز معاشرت اور گذران اوقات کرنے میں سب سے پہلے صرف ضرورت پر تمام تر نظر رکھکر زوائد سے قطعاً قطع نظر کر لینا چاہیے۔ ہاں۔ اگر امکان میں وسعت ہو جائے اور لوازم زندگی میں کچھ ایسے زوائد اختیار کر لیے جائیں جن سے آرام و سہولت مقصود ہو تو بیجا نہونگے مگر انمیں بھی اعتدال اور مصارف و محاصل کے توازن مساوی کو زیر نظر رکھنا ضروری ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے ان مقاصد و مطالب تعلیم و ہدایت کو ذہن نشین کرنیکے بعد ہماری قوم وملت کے افرادی اقتصادیات کی موجودہ کشمکش میں خود اندازہ فرماکر نہایت آسانی سے سمجھ لینگے کہ انکے موجودہ طریقہ معاشرت میں کتنی چیزیں

ضرورت زندگی کے مطابق ہیں اور کتنی ضرورت سے زائد جسکا اندازہ وہ خود فرمالینگے تو فیصدی پچاس سے زائد (میرے خیال ناقص میں اس سے بھی زیادہ) زوائد نظر آئینگے اور وہ سب ایسے ہونگے کہ اگر انھیں ترک کردیا جاے تو انسان کی معاشرت کے سامان میں کوئی کمی یا نقصان محسوس نہوگا۔

یہ ضرور ہے کہ انکا تعلق عادت سے ہے اور عادت طبیعت ثانیہ کا حکم رکھتی ہے۔ عادت اور طبیعت کے علاوہ علی الاکثر یہ زواید واضافات اظہار تمول کی نظر سے اور اکثر اوقات اپنے ہمچشموں و ہمجنسوں میں مساوات و توازن ظاہری کے قائم رکھنے کے خیال سے اختیار کیے جاتے ہیں کوئی صورت بھی ہو اور کیسی ہی ضرورت زواید پھر بھی زواید ہی کہلائینگے اور ضرورت کی تعریف کے اندر نہ آئینگے یہ بھی ملحوظ خاطر کرلینا ضرور ہے کہ ضرورت اور زوائد کی تفریق و تمیز سواے آپ کی ذات خاص کے کوئی دوسرا نہیں کرسکتا اور نہ کوئی دوسرا شخص کسی شخص خاص کے محاصل و مخارج میں توازن مساوی تجویز کرنے کا حق رکھتا ہے یہ امور بالکل ذاتیات سے متعلق ہیں اور اھل البیت ادری فی البیت کے مسلے کے ماتحت ہیں اسلیے ایک شخص اپنی کمی اور زیادتی کو جس حقیقت و اصلیت کے ساتھ سمجھتا ہے دوسرا شخص ویسی حقیقت و اصلیت کے ساتھ نہ سمجھ سکتا ہے اور نہ سمجھا سکتا ہے۔ اس اصول تمدن کے مطابق ہمکو اپنی کمی و زیادتی کا خود فیصلہ کرلینا چاہیے اور اپنی آمدنی اور خرچ میں توازن مساوی قائم کرلینا چاہیے کہ ہمکو ناداری کی آنیوالی بلاؤں سے نہ سامنا ہو بلکہ بخلاف اسکے ہماری معاشرت میں فارغ البالی استغنا

اور اطمینانی حالت قائم ہو اور یہی حکم خدا اور رسول کا اصل مقصود ہے اور علماے اقتصادیات کا مدعا۔

ہم اپنا مضمون تمام کر چکے اب ہمکو آخر مین یہ صرف دکھلانا ہی کہ ہز ہولی نس ریورنڈ گوئی وار مین بشاپ آف منچسٹر His Holiness Revd Guy Warman of Manchester نے سالفورڈ سیونگ بینک کے ایک جلسہ خصوصی مین جسکے آپ صدر بنائے گئے تھے۔ اقتصادیات کی بنا پر معاشرت کے اصول یہ قائم فرما کر بتلاے ہین۔ ذیل مین ملاحظہ ہون۔

(۱) روپیہ نہ جمع کرو (۲) قرض نہ لو (۳) روپیہ کو (اسراف کرکے) نہ ضایع کرو (۴) دوسرون کے سرمایہ سے اپنی کفایت شعاری اور جزرسی کے مشاہدے نہ پیش کرو۔

اسکے بعد بشاپ صاحب نے جلسہ مین تفصیلاً بیان فرمایا بے ضرورت روپیہ جمع کرنیکی تدبیر و مصلحت اس خیال سے کہ وقت پر فائدہ دیگا اور اس سے کام نکلے گا۔ زمانہ سابق کی ایک خراب اور مضر قوم تدبیر و مصلحت تھی خصوصاً دور حاضرہ مین ابتک ہر ادنی اور اعلی چیزین۔ یہان تک کہ کرسمس گفٹس Christmas Gifts تحفہ جات کرسمس تک بطور استمرار و استغراق Fixed Deposit جمع کردیے جاتے ہین اور انکو کبھی برآمد کرنے اور مصرف مین لانے کا بھی خیال پیدا نہین کیا جاتا میرے نزدیک جو شے بخیال استمرار و استغراق جمع کردیجاے اور مصرف مین

نہ لائی جائے وہ قوم و ملک کے لیے ضرور ضرر رسان ہو گی۔

جہان تک ممکن ہو قرض لینے کی عادت ترک کر دی جائے یہ ایک مرض متعدی ہے۔ جو ایک سے دوسرے کو متعارض ہوتا ہے۔ اپنے موجودہ طرز معاشرت مین ہم ایک اور غلط راستے پر آچکے ہین وہ یہ ہے کہ جوان مردون اور عورتون مین (اسباب معیشت پیدا کرنے سے پہلے) شوق ازدواج پیدا ہونے لگتا ہے یہ طریق عمل انکے مستقبل کو رہن کرا دیتا ہے۔ اگر وہ سلک ازدواج مین آنے سے پہلے اپنی جد و جہد سے اتنا حاصل کر لیا کرین۔ جو بعد ازدواج انکے سامان و اسباب معاشرت مین درستی پیدا کرسکے تو ہمکو یقین ہے کہ اُن کا مستقبل روشن اور منور ہو جائے گا۔

قرض کا لین دین مخرب اخلاق ہے۔ گو ایک وقت خاص مین کیسا ہی ضروری اور باوقار نہو تاہم یہ عام انسانیت کے لیے مضرت رسان ضرور سمجھا جائے گا۔

اسی طرح اسراف بھی نکرو موجودہ زمانہ کے مذاق کے مطابق لوگون کو اپنے مصارف خانہ داری مین غیر معمولی طور پر شاق و ناگوار معلوم ہوتا ہے لیکن انکا یہ عذر جو انکی مغرورانہ عیش پسندی پر مبنی ہے ملک و قوم کی مضرت خاص ہے۔ احمقانہ طور سے جمع کرنے اور اپنے مصارف کے تحامل سے بڑھا دینے کا نام ملک و قوم کی مضرت خاص ہے۔

بشاپ صاحب نے اپنے خطبہ صدارت مین وہی باتین تو بتلائی ہین جو

ہمیشہ سے اسلام ہمکو بتلاتا چلا آتا ہے۔ اور جسکو ہم پوری تفصیل سے لکھ کر اوپر بتلا چکے۔ دکھلا چکے اور سمجھا چکے ہین سرمایہ داری کی مضرتون کو ہم پوری شرح وبسط سے بیان کر چکے ہین سود خواری کی تباہ کاریان دکھلا چکے ہین اسراف وفضول خرچی کی غلط کاریون کو لکھ چکے ہین قرض لینے کی بُری عادت سے بچنے کے لیے ہم پانچون وقت کی نمازمین خدا سے دعا والتجا کرتے رہتے ہیں۔

ربّنا وقنا عذاب النار عذاب الحشر عذاب الدین

ناظرین خود حقیقت کی نگاہ سے دیکھ لین کہ جناب تقدس مآب بشاپ صاحب نے اپنے اس مقدس خطبہ مین کون سی ایسی نئی شے بتلائی ہے اور ہمین کس نئی چیز کی ہدایت تعلیم فرمائی ہے جنکو اسلام ہزارون برس پہلے نہین تبلا چکا ہے۔

نیازمند احقر

(خان بہادر) سید اولاد حیدر فوق بلگرامی

کواتھ (شریف العمارت) ضلع آرہ

۴ ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۷ جنوری ۱۹۳۷ء

قیمت چار آنہ

مارچ ۱۹۳۶ء